الٰہی بخش جار اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بحیثیت مقنن

صاحبِ صدر گرامی قدر !

معزز حاضرین ، مکرم اساتذہ و اہل علم ، عزیز طلبہ !

اس ناچیز کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ و سلم کے اس مبارک اور عظیم الشان موقع پر اس نور مبین ، ہادی برحق ، سید المرسلین ، خاتم النبیینؐ کے مقنن ہونے کی حیثیت پر اپنی کمتر بساط کے مطابق کچھ عرض کرنا ہے ۔

عربی لغت نویسوں نے قانون کی جمع قوانین بمعنی اصول لکھی ہے اور یہ تبصرہ فرمایا ہے : و لیس بعربی ، کہ یہ لفظ عربی نہیں ہے ۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ یونانی ہے جو سریانی کی معرفت یا کسی اور طریق سے عربی میں بمعنی مسطر اور اصل یا قاعدۂ کلیہ استعمال ہونے لگا ۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کے بجائے لفظ شرع ، شرعة ، شریعة اور منہاج اکثر استعمال ہوا ہے ۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں ایک موقع پر وارد ہوا ہے :

لکل جعلنا منکم شرعة و منہاجاً

ترجمہ : ہم نے تم میں ہر ایک امت کے لیے ایک شریعت اور منہاج مقرر کیا ہے ۔

اسلامی تصور حیات میں مقنن حقیقی اور قانون کا اولین ماخذ وحی

خداوندی ہے ۔ اپنی مقرو اور غیر مقرو دونوں صورتوں میں ، اس کے ثانوی ماخذ میں مقدم تر اجماع اور قیاس ہیں ۔ ان کی پابندی ایک اسلامی معاشرے پر لازمی ہے ۔ اسی طرح بصورت مخاصمہ اولوالامر پر بھی واجب ہے کہ ان کا نفاذ کریں اور فیصلہ انھیں کے مطابق دیں ۔ ان کی خلاف ورزی قرآنی آیات کی رو سے دینی اور سیاسی سطح پر قابل مؤاخذہ ہے ۔

موضوع پر مزید بحث جاری رکھنے سے پہلے ہمیں یہ حقیقت ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ اس پرتو جمال خداوندی صلی اللہ علیہ و سلم کی ایک یا چند حیثیتیں نہیں ہیں ، بلکہ اس کی اتنی حیثیتیں ہیں جتنے خلق و حیات کے شعبے ۔ اس ؐ کی حیات طیبہ کے اس قدر زوایا ہیں جتنی سورج کی کرنیں ، اس کی اتنی خوبیاں ہیں جتنے آسمان پر تارے ، اس کی اتنی خاصیتیں ہیں جتنے خدائے بزرگ و برتر کے انبیاء اور مرسلین علیہ و علیہم الصلٰوۃ و التسلیم ۔ سچ فرمایا ہے :

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں اس کی سیرت طیبہ اور پاکیزہ تعلیم زندگی کے تمام تقاضوں کا کافی و شافی جواب ہے ۔ اس کے انوارات زندگی میں ایسے جاری و ساری ہیں جیسے روح کہ وہ امر خداوندی کی ایک مجرد کیفیت ہونے کے باوجود انسانی تمام اعضاء میں وہ سب کچھ ہے جو انھیں مطلوب ہے ۔ وہ آنکھوں میں نور بن کر چمکتی ہے تو دل کا سرور ہے ۔ فکر کی جلا ، عقل و خرد کی تدبیر ، خیال کی رسائی ، زبان کی گویائی ، ہاتھوں کی حکمت ، پاؤں کی قوت ، دل کی آواز ، محبت کی حلاوت ، عشق و دیوانگی کی سرمستی ، دشمنی کا بغض ، شعور کی روشنی ، فطرت و جبلت کی استعداد ہے ۔ اس نور ازلی صلی اللہ علیہ و سلم کی تعلیات کی تنویرات بھی زندگی کے ہر شعبہ میں کچھ اسی طرح کی کیفیت

کے ساتھ جاری و ساری ہیں ۔

یہ اس لیے کہ وہ خدائے لم یزل و لایزال کی تجلیات اور اس کے پرتو جمال کا مظہر اتم اور عکس اولین ہے ۔ باقی تمام انبیاء نے اس کے انوارات میں سے حسب موقع کسی ایک یا چند کا عکس پیش کیا ۔ جب وہ خود آشکارا ہوا تو اس نے سب کی تصدیق ، توثیق اور تکمیل کر دی ۔ بعینہ اسی طرح جیسے سورج کہ جب وہ طلوع نہیں ہوتا تو آسمان کا ہر درخشندہ وجود اس سے تنویرات مستعار لے کر نہ صرف کائنات کو نور اور ہدایت دیتا ہے بلکہ اس کے آنے کی بھی خبر دیتا ہے ۔ جب وہ آ جاتا ہے تو وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے ۔ اس کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے بھی وہی تھا اور آخر بھی وہی ہے ۔ وہ اس وقت سے تاباں ہے جب سے زندگی نے وجود پایا اور اس وقت تک اپنی تنویرات سے عالم و عالمیان کو منور کرتا رہے گا جب تک زندگی رہے گی اور خدائے عزوجل کی رضاء و رضوان کے اس ابدی عالم میں بھی خدا کی توصیف ، تحمید کا علمبردار وہی ہوگا کیونکہ وہی اس کا مستحق اولین ہے 'ولافخر' ۔

اس نے اپنی انھیں کیفیات کو سمجھانے کے لیے فرمایا تھا :

لوکان موسی حیا لماوسعہ' الا اتباعی

کہ اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری شریعت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا ۔

یہ جو فرمایا تو اسلامی قانون اور شریعت مطہرہ کی فوقیت اور ابدیت کے اظہار کے لیے فرمایا ۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص شاید اس لیے فرمائی کہ عرب کے لوگ یہود کی معرفت حضرت موسیٰؑ کی تورات سے جس کا تشریعی پہلو نمایاں ہے اجمالی طور پر واقف تھے ۔ ورنہ جو شریعت اور قانون آپؐ نے لا کر دیا وہ دنیا کے تمام مقننین کے قوانین پر واضح فوقیت

کا حامل ہے ۔ جسٹی نین ، آگسٹن اور منو کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھنا نصیب ہوتا تو وہ بھی بلاتذبذب آپ کی اطاعت قبول کرتے اور انھیں آپ کی فضیلت بحیثیت مقنن تسلیم کیے بغیر چارہ نہ ہوتا ۔

یوں تو اس کے آنے کی سب نجوم و قمر خبر دیتے رہے ، پر وہ جو امام الانبیاء تھا اس نے کعبۃ اللہ کی بنیادیں اٹھاتے وقت اللہ جل شانہ کے حضور دعا کی :

''اے ہمارے پالنے والے ! تو قبول کر لے ہم سے ، یقیناً تو سنتا ہے ، جانتا ہے ۔

اے ہمارے پالنے والے ! ہم کو بنا دے تابعدار اپنا اور ہماری اولاد میں سے ایک 'امت' بنا جو 'مسلمان' ہو تیری اور ہم کو سمجھا دے قوانین ہمارے ۔ اور توجہ رکھ ہم پر ، فی الحقیقت تو ہی توجہ رکھنے والا بے حد مہربان ہے ۔

اے ہمارے پالنے والے ! تو بھیج ان 'مسلمانوں' میں بڑا رسول انھیں میں سے جو پڑھ کر سنائے ان کو تیری نشانیاں ، اور سکھائے سمجھائے ان کو وہ کتاب اور وہ دانائی اور خوب نکھار دے ان کو ، بیشک تو قدرت والا دانا ہے ۔''

اس دعا میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی جد و جہد کا ذکر کرکے قبولیت کی دعا کی ہے ۔ پرتو جمال سے وابستہ رہنے کی تمنا ہے ۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات و التسلیمات کی خوشخبری ہے ، خاتم الانبیاء سید الاولین والآخرین کی چار عظیم تر حیثیتوں کا ذکر ہے ۔ ان میں سے ایک ''ویعلمہم الکتاب و الحکمۃ'' ہمارے موضوع بحث سے متعلق ہے ۔ اس حیثیت کے چار زاویے ہیں جو آیت سے عیاں ہیں :

پہلی : معلم کتاب و حکمت ، یہ حیثیت لفظوں کو پڑھتے ہی ذہن میں آتی ہے ۔

دوسری : قرآن ، جو قانونِ دستوری اور بنیادی ماخذ قانون ہے ، کے شارح اور ترجمان کی حیثیت ، جسے قانون کی عام زبان میں Interpreter of Low سے تعبیر کر سکتے ہیں ۔

تیسری : شارع یعنی واضع قانون ، قانون ساز اور بہتر ہوگا ہم قانون دینے والے کے الفاظ کے بجائے یوں کہیں 'قانون لا کر دینے والے' ۔ آپ کی یہ حیثیت لفظ ''الحکمة'' سے عیاں ہے ۔ اس پر مفسرین قرآن اور شارحینِ حدیث نے کافی بسط سے بحث کی ہے ۔

چوتھی : قوت نافذہ ، یہ حیثیت دوسری اور تیسری حیثیت سے مستفاد ہے ۔ اور آیت کے آخر میں اسماء العزیز ، الحکیم تنفیذی اور تشریعی دونوں حیثیتوں کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں ۔

بحیثیت مقنن آپ کی ان حیثیتوں کے متعلق قرآن مجید میں مختلف مواقع پر جدا جدا آیات بھی وارد ہوئی ہیں ۔ اور حدیثِ نبوی میں اس پر شواہد موجود ہیں ۔ اس مختصر سے وقت میں استقصاء اور احصاء تو ناممکن ہے ، تاہم وضاحت کی غرض سے چند آیات ، احادیث اور عظماء امت کے ارشادات و معمولات پیش کرتا ہوں ۔

مقنن کی حیثیت : اس سلسلے میں دو قسم کی آیات وارد ہوئی ہیں ۔ ایک ایسی جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ بابرکات کو اور رسول اللہؐ کو جدا جدا اور مستقل مقنن کی حیثیت دی ہے جیسے : اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (اللہ کے فرامین پر عمل کرو اور رسول اللہؐ کے احکام پر بھی عمل کرو) ۔ واؤ عاطفہ کے بعد اطاعت کے فعل کا تکرار استقلال کے اظہار کے لیے ہے ۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے : یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

واولی الامر منکم ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ، رسولؐ ، اور اولی الامر کو قانون ساز بتایا گیا ہے ۔ مگر ایک واضح فرق موجود ہے ، وہ یہ کہ اللہ اور رسول کے ساتھ ''اطاعت'' کے فعل کا تکرار ہے جو ہر ایک کی مطلق اور جدا مستقل حیثیت پر دلالت کرتا ہے لیکن اولی الامر کے ساتھ یہ تکرار نہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ اولی الامر کی قانون سازی ابتدائی اور مستقل نہیں بلکہ ثانوی اور تابع کی حیثیت سے ہے ۔ اسی لیے فرمایا گیا :

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق

لیکن دوسری قسم کی آیات میں اطاعۃ رسولؐ کو عین اطاعت خداوندی سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر : ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ جو رسول اللہ کا حکم مانتا ہے وہ اللہ کا حکم مانتا ہے ۔ ایک آیت مبارک میں الرسول کے ساتھ اطاعت کا تکرار نہیں جس سے دونوں کے ایک ہونے کا تأثر ملتا ہے ۔ فرمایا :

من یطیع اللہ و الرسول فاولٹک مع الذین انعم اللہ علیہم

(جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتا ہے وہ ان کے ساتھ ہے جن پر خدا کا انعام ہوا) ۔

یہ فرق شاید یہ تاثر دینے کے لیے ہے کہ لزوم اطاعت نیز رسول اللہؐ کے فرامین اور احکام بھی ایک مستقل بالذات اور جدا حیثیت رکھتے ہیں ۔ مگر اطاعت کے تشخص ، وجود اور مآل کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں کیونکہ دونوں خداے عزوجل کی طرف سے ہیں ۔ اور فرمایا :

و ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی

ترجمہ : وہ تو اپنے آپ بولتا بھی نہیں ۔ اس کا بولنا تو وحی ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے اس کو آتی ہے ۔

آپ کی شارح قانون ہونے کی حیثیت کو اس آیت سے واضح فرمایا :

لتبین للناس مانزل الیہم

(تاکہ تو کھول کھول کر شرح کر دے اس کتاب شریعت کی جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے) ۔

قوت نافذہ کا اظہار اس آیت میں فرمایا :

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔

ترجمہ : تیرے رب کی قسم یہ ایماندار نہ ہوں گے جب تک تمہیں فیصل نہ بنا لیں اپنے آپس کے جھگڑوں میں ، اور پھر نہ پائیں کوئی تنگی اپنے دلوں میں تمہارے فیصلے کے متعلق اور جب تک اس کو پوری طرح تسلیم نہ کر لیں ۔

احادیث میں بھی آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقنن ہونے کی حیثیت کے متعلق کافی کچھ آیا ہے ۔ صرف ایک حدیث پر اختصاراً اکتفا کیا جاتا ہے ۔ وہ یہ کہ جب آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا : تم لوگوں کے درمیان کیسے فیصلہ کرو گے ؟ تو معاذ نے عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا : اگر تمہیں اس میں کوئی بات نہ ملے تو پھر ؟ تو معاذؓ نے جواب دیا : سنت رسول اللہؐ کی روشنی میں

مسئلہ کو مزید واضح کرنے کے لیے عظماء امت کے چند معمولات و اقوال بھی ذکر کیے جاتے ہیں ۔

آنحضورؐ کے وصال کے بعد جو سیاسی اور فوجی سنگین صورت حال آپ کے صحابہؓ کرام کو پیش آئی وہ آپ سب جانتے ہیں ۔ اس موقع پر

حضرت ابوبکرؓ کو قریب ترین حلقوں نے یہ مشورہ دیا کہ اس لشکر کی روانگی منسوخ کر دی جائے جس کو آپ حضورؐ نے روانہ فرما دیا تھا ، مگر وہ آپ کے وصال کے سبب رک گیا ، تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنا عجز ظاہر کرتے ہوئے فرمایا : ابن ابی قحافہ کو کیا مجال وہ اس جھنڈے کو کھولے جس کو آنحضورؐ نے باندھا ہے ۔ اس سے آنحضورؐ کے مقنن مطلق ہونے کی حیثیت کا اظہار ہوتا ہے ۔

علامہ ابن قیمؒ نے اعلام المؤقعین میں درج فرمایا ہے کہ :

حضرت ابوبکرؓ کا معمول تھا کہ جب ان کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو قرآن مجید میں غور کرتے ، اگر ضرورت پوری ہو جاتی تو فبہا ، ورنہ سنت رسول اللہؐ میں غور کرتے ۔ جو احادیث آپ کو یاد تھیں اگر ان میں کوئی بات نہ ملتی تو دوسرے لوگوں سے دریافت کرتے کہ کیا ان کو اس معاملہ میں آنحضورؐ کا طرز عمل معلوم ہے ؟ ایسے مواقع پر بسا اوقات صحابہ کے مجمعے میں سے لوگ آپ کو بتاتے کہ آنحضورؐ نے فلاں موقع پر ایسا فیصلہ فرمایا تھا ۔

اس قسم کے کئی مواقع پر آپ نے خوش ہو کر فرمایا :

الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ عن نبینا

(خدا کا شکر ہے ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو نبی کریمؐ کی باتوں کو خوب یاد رکھتے ہیں) ۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ کو ایک جائداد کے اہم معاملے میں بطور قانون اور دلیل ایک حدیث :

لانرث و لو نورث ، ما ترکناہ صدقہ

کہ ہم انبیاء نہ وارث بنتے اور نہ وارث بناتے ہیں ۔ ہمارا

متروکہ تمام مال ہمارا نہیں بلکہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوتا ہے ۔
کا حوالہ دیا تھا ۔

آنحضورؐ کے وصال کے بعد منکرین زکواۃ کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کے موقف سے حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے اختلاف کیا ۔ اور آپ کو مانعین زکواۃ کے ساتھ قتال کرنے سے روکنے کے لیے ایک فرمان نبوی ذکر کیا :

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ و نفسہ الا بحقہ ۔ الحدیث
اس حدیث پر جو جواب حضرت ابوبکرؓ نے دیا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ قانون کے عام الفاظ کی طرح حدیث کے الفاظ پر بھی صحابہؓ کرام بے حد توجہ دیتے تھے ۔ کیونکہ اپنے جواب سے حضرت ابوبکرؓ نے یہ سمجھایا کہ آپ کی توجہ حدیث کے پہلے حصے ''عصم منی مالہ و نفسہ'' پر ہے ۔ اور میرا مطمح نظر حدیث کا دوسرا حصہ ''الا بحقہ'' ہے جس سے اجازت جہاد ملتی ہے ۔ اس پر تمام صحابہؓ کرام نے حضرت ابوبکرؓ کے موقف سے اتفاق کر لیا ۔

حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت علیؓ ، امام ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا طریق یہی تھا ۔
اس بحث میں آنحضرتؐ کے مقنن ہونے کی حیثیت کو قرآن و حدیث اور دیگر شواہد سے واضح کیا گیا ہے ۔ مگر آپ کے عنایت کردہ قوانین سے مختلف قوانین لے کر ان کا تقابلی مطالعہ یا ان کی جامعیت اور انسانی مسائل سے ان کی ہم آہنگی اور معقولیت پر بحث نہیں کی گئی ہے ۔ یہ ان شاء اللہ کسی اور موقع پر ـــ (و ما توفیقی الا باللہ)

☆ ☆ ☆